

اسلوب کیا ہے؟

آج دنیا بھر کے ادب میں اسلوب کے تجزیاتی مطالعات کو جو اہمیت حاصل ہے وہ اس سے قبل کبھی نہ تھی۔ آج شاعروں کے لفظ ان کے خصوصی مزاج اور ہمتاء کے سبب استعمال میں آکر ان کی ذات کا آئینہ بن گئے ہیں۔ معاصر ادب میں لفظ شناسی اپنے اندر نفسیاتی، سماجی، عمرانی اور تہذیبی و تمدنی تنازعات کی کئی قمیں، پر قمیں اور سنگم رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ادب میں اسلوبیات ایک جدا گانہ مضمون بلکہ مائتس ہے اور ہر اہل قلم کے فکری و فنی تجربے میں اسلوبیاتی نقطہ نظر کو خاص اہمیت حاصل ہو گئی ہے۔

واضح ہو کہ ہر بزرگ فن کار اپنے فن کے اندھا ایسے امکانات کی نشاندہی کر چکا ہے جو آنے والے زمانے میں بھی اپنی نت نئی تعبیر اور تشریح کے حوالے سے باہمی ہوتے ہیں۔

اسلوب کے لیے انگریزی زبان کا لفظ اسٹائل "Style" استعمال کیا جاتا ہے۔ یونانی میں سٹائلوس (Stylos) اور لاطینی میں سٹائلس (Stylus) کے الفاظ اسلوب کے ہم معنی ہیں۔ انسائیکلو پیڈیا بریٹیکا میں اس لفظ کا تعلق لاطینی زبان سے جوڑا گیا ہے اور یہ

و سادہ بھی کر دی گئی ہے کہ یہ ثابت کرنا مشکل ہے کہ اس لفظ کا ہمیشہ وہی مطلب اخذ کیا گیا ہے جو سائل میں پائیدار ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کا مطلب لکھنے کا طریق کار، لکھنے کا قلم، نیز پلے والا قلم یا لکھنے کا کوئی نوکیلا لکھنے کا رنگی بیان کیا گیا ہے۔

لفظ اسلوب عربی لفظ سب سے مشتق ہے۔

آکسفورڈ انگلش ڈکشنری کے مطابق اسلوب سے مراد لکھنے کا طریقہ اور بڑے سیاق میں اظہار کا طریق کار ہے۔

ہندوستانی مصوری میں بھی قلم کا استعمال اسلوب کے لیے ہوتا ہے۔

کسی ادبی شخصیت اور مقرر یا ادبی گروہ یا دور کا اپنا منفرد طریق اظہار، مصنف کا لکھتی مضابطہ جس میں توضیح، قوت، تاثیر اور حسن وغیرہ کے اجزا موجود ہوں بھی اسلوب کہلاتا ہے۔

جدید اردو لغات میں بھی انداز بیان کے لیے اسلوب کا لفظ نظر آتا ہے۔ اردو لغت میں اسلوب کی درج ذیل تعریف موجود ہے:

۱۔ انداز، وضع، ڈھنگ، روش، طور، طرز

مضمّن کی زلف پریشاں نے بیچ کھایا ہے

ہمارے حال پریشاں کا دیکھ کر اسلوب

بیمیں کے متاع دین و دنیا اپنے دامن میں

یہ اسلوب مناسب اتحاد جسم و جاں ہوگا

قدیم اردو لغات میں اسلوب کا لفظ اپنے عمومی مفہوم طور طریقہ، روش اور طرز

کے معنی میں ملتا ہے۔

فارسی زبان میں اسلوب کے لیے ”سبک“ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ یہ عربی لفظ ہے سبک (سبک) (صنوت، بصورت) کے لغوی معنی ہیں دعوات کو کھلانا اور سانچے میں ڈھالنا چنانچہ ایسا سونا جسے کھال میں ڈال کر نیل سے صاف کر لیا جاتا ہے اسے سبک کہتے ہیں اور دعوات کی چیزیں ڈھالنے والی گاؤٹری (Foundry) کو ہنسبک کہتے ہیں۔ سبک کا مطلب ہے دعوات کو کھلانا کے اسے مشووز دامن سے پاک کرنا، کھلانا، ایک سانچے میں ڈھالنا اور کوئی خوشنما شکل دینا یہی اصل اچھے سائل میں لفظوں کے ساتھ بھی دہرایا جاتا ہے چنانچہ عربی میں اس کا مفہوم کلام کو مشووز دامن سے پاک کرنا بھی ہے۔ فارسی زبان میں سائل یا اسلوب کے لیے ”سبک“ کا لفظ اپنی قبیل کے دوسرے الفاظ (انداز، طرز، روش وغیرہ) سے زیادہ پیش اور پر معنی ہے۔ مسند میر صادق (ڈاؤن لڈر) داڑو نامہ ہنر شاعری A Dictionary of Poetry and Poetics میں سبک کی تعریف میں لکھتی ہیں:

”سبک (Style) در زبان عربی بہ معنی گدانتن و بہ قالب رہنمائی زور و نفوذ در Style معادل آن در زبان ہالی اروپائی از اصل لاطینی Stilis گرفته شد و بہ معنی نوعی قلم قلمی است کہ در زمان ہالی قدیم حروف و کلمات را بہ وسیلہ آت بر روی لوح ہالی موی نقش می کرد۔۔۔“

اصطلاح سبک یا اسلوب در نقد ادبی (نقد) تعریف ہائے مختلف دار و مدار بہ طور خلاصہ می توان آن را چنین تعریف کرد: شیوہ خاصی کہ نوے سند و یا شاعر برای بیان مفاد کم خود بہ کاری بر دو بہ عبارت دیگر این کہ نوے سند و یا شاعر آچہ راقی گوید، پگونہ بیان می کند در مباحث جدید تر، سبک را انحراف یا تمیزی دانستہ اند کہ در شیوہ بیان ہر کس نیست بہ دیگر شیوہ ہائی بیان و جوہر در دو بہ عبارت

دیگر، سبک یعنی انحراف از نرم (Norm) یا نگار بیان دیگر اس یہ این معنی

کہ۔۔۔

اسلوب کا استعمال صرف طرز تحریر کے معنوں میں نہیں ہوتا بلکہ فنون لطیفہ کے دوسرے ضابطوں میں بھی ہوتا ہے۔ اسلوب تخلیق کا وہ اصول ہے جس سے فن کار اپنے موضوع کی گہرائی میں آن کر موضوع کا جائزہ لیتا ہے۔ یہ نگار کا معجزہ اور بات کہنے کا ذمہ ہے۔ اسلوب میں فنی خصوصیات اور قوت نگار پہ توجہ مرکوز کی جاتی ہے۔ زبان کی عمومی سطح سے اجتناب یا گریز اسلوب ہے۔ فنی نگار میں انفرادیت کی موجودگی اسلوب ہے۔ ہر مصنف کی اپنی انفرادیت اس کا اسلوب ہے۔ نگار و زبان کے لیے مناسب لفظوں کا استعمال اسلوب کہلاتا ہے۔ کسی ادبی تخلیق کی وہ خصوصیت جس کا تعلق خیال یا موضوع کی مناسبت، صورت یا نگار سے ہوتا ہے اسلوب ہے۔

اسلوب کی درج ذیل تعریفیں کی جاسکتی ہیں:

۱۔ انفرادی خصوصیات

۲۔ موضوع کے نگار کا طریق کار

۳۔ ادب کی تخلیقی قوتوں کے اسباب

انفرادی خصوصیات کے اعتبار سے اسلوب خود انسان ہے۔ اسلوب کی یہ تعریف

ڈاکٹر بوقان نے کی ہے:

"Le Style Est l'Homme Meme."

اس تعریف سے بوقان کی مراد ہے کہ مصنف کی شخصیت اپنے تئیں و فراز اور رنگ و آہنگ کے ساتھ الفاظ میں منتقل ہوتی ہے۔ یہی بات ایمرسن نے زیادہ واضح الفاظ میں کہی ہے:

"A man's style is his mind's voice."

بچپن میں جب انسان کا ذہن اثر پذیری کی زیادہ صلاحیتیں رکھتا ہے تو ہر چیز کا نقل جلد قبول کر لیتا ہے، اسی وقت طرز یا اسلوب کی نشوونما شروع ہو جاتی ہے۔ اچھے اسلوب کے لیے الفاظ پر حاکمانہ اقتدار، نگینے پر قدرت، نگار میں سہولت، دروہست کی صلاحیت اور انتخابی ملکہ ناگزیر ہے۔ اسلوب موضوع کے نگار کا طریق کار ہے۔ سوگفت نے Definition of a good style میں اسلوب کو (Proper words in proper places) مناسب ترین لفظوں کا مناسب استعمال کہا ہے۔ حسن خوبی، کو بھی اسلوب کے معنی میں لیا جاسکتا ہے۔ کسی کلام کا اسلوب اس کی ایسی لسانیاتی خصوصیات میں منظر ہے جو اس کلام کی زبان کے متوازی اس کی لسانیاتی صورت سے اس کو مختلف کرتی ہے۔ انتخاب اسلوب کی سب سے بہترین تعریف ہے۔ کسی ایک زبان کے ایسے دو لفظوں کا فرق اسلوب ہے جن کے معنی تقریباً ایک ہوں لیکن کو اپنی لسانی تشکیل میں ایک دوسرے سے مختلف ہوں۔ نارم NORM سے اجتناب، اسلوب کو منفرد قرار دیتا ہے۔

لاطینی اور امریکی نقادوں کے ایک گروہ نے تاثر پسند بیانیہ میں اسلوب کی تلاش کی ہے۔ ان کے نزدیک اسلوبیات زبان ایسے عناصر کا مطالعہ ہے جو منطق سے بالاتر ہو اور عمومی ضابطوں سے ماورا ہو۔ اسلوب کے حوالے سے چار چیزیں بالکل واضح ہیں۔

۱۔ لسانیاتی انتخاب

۲۔ عمومیت سے اجتناب

۳۔ مؤثر نگار بیان

۴۔ غیر معمولی لسانی استعمال

اسلوب بنیادی طور پر ایک شخصی صفت ہے اور جب اسلوب کی مکمل تشکیل ہو جاتی

ہے تب وہ کسی بھی صنف کی شخصیت کا ایک حصہ بن جاتا ہے۔ اسلوب کے معانی یہ بھی ہیں کہ فن کار کسی سلسلہ طرز کے اظہار کے وقت وہ تمام کو نافذ کرے جو سلسلہ طرز کے اصل ابلاغ کے لیے ضروری ہیں۔ پروفیسر مرے کا خیال ہے کہ اسلوب کی سائنٹیفک تعریف کرنے کی کوشش کی جائے تو جمالیات اور اصول انتقاد دونوں کو کھٹکا کھڑے گا۔

ہندی زبان میں اسلوب درج ذیل معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے

۱۔ چال، ڈھب، ڈھنگ

۲۔ طریق، ارواح، رسم، روایت

۳۔ ضابطہ طرز، طریق

۴۔ فخر، کی تشکیل کے نوع

۵۔ بختی، کرختگی، بھوس

۶۔ بت، مجسمہ، پتھر کی مورتی

اسلوب کی مختلف تعریفوں پر غور کرتے ہوئے ہمیں پانچ اہم نکات نظر آتے ہیں:

۱۔ اسلوب بمعنی اظہار روح، تصویر، دماغ، مظاہر فطرت انسانی، حصہ شخصیت انسانی۔

۲۔ اسلوب بمعنی عناصر فکر، لباس فکر۔

۳۔ اسلوب بمعنی زبان کا منفرد ذریعہ، بیان کا متوازن طریقہ، اظہار کی ذاتی صفت، بے

محابا قوت انسانی۔

۴۔ اسلوب بمعنی قاری سے تعلق پیدا کرنے کا سلیقہ، قاری کو متحرک کرنے کا ذریعہ۔

۵۔ اسلوب بمعنی انسانی اظہار کے جملہ امکاناتی عناصر کا استعمال۔

ادب میں موضوع سے زیادہ اسلوب پر زور دینے والا یا اس سے تعلق رکھنے والا،

کسی ادیب یا ادیبوں کے گروہ کا شناختی اسلوب، فنون میں خارجی اسلوب، روش یا انداز،

کئی مخصوص طرز اور اسلوب طرز تھے جنہوں نے شہرت کما دی تھی۔ انہیں انداز، سبک یا پیرا فری کے لیے مخصوص کیا گیا تھا۔

انگریزی زبان میں مثال کے طور پر جیٹس اور ایڈمز کی جیٹس کی طرز

ہیں۔ Stylist کی معنیت استعمال کے کی اور گوتے، معانی ہیں۔ اسلوب کے

”Stylist“ صاحب طرز، خاص اسلوب کا مالک۔ Stylist کتب نگار یا ہی جم

کا کوئی نوکیلا آگے۔ مرنج فیشی معیاروں کے مطابق اس سے ”تعلق طرز

دار، کسی ایک خاص طرز سے متعلق۔ Stylish کسی وضع یا طرز کا انوکھا

Stylist صاحب طرز، کسی طرز پر بکار بند بننے والا، طرز پیدا کرنے والا یا طرز

کا ماہر (خصوصاً ادیب یا مقرر) فیشن کا موجد۔ Stylistically اسلوب

بیان کے لحاظ سے۔“

ان نکات اور وضاحتوں سے درج ذیل نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں۔

۱۔ کسی بھی کلام کے مخصوص اور موثر بیان کو اسلوب کہتے ہیں۔

۲۔ غیر معمولی انسانی اظہار کا مخصوص ڈھنگ اسلوب ہے۔

۳۔ اسلوب انسانی اظہار کا وہ مخصوص انداز ہے جو فن کار کی شخصیت اور موضوع سے متعلق

ہوتا ہے اور جو اجتہاد، انتخاب، خوبی، امتزاج، خوبی تناسب اور غیر موجود عناصر کے

اظہار کے لیے غیر معمولی آگے کار پر مبنی ہوتا ہے۔

۴۔ اسلوب کا مقصد قاری کو متاثر کرنا ہے۔

۵۔ اسلوب صنائع بدائع سے ملو و مزین ہوتا ہے۔

۶۔ اسلوب کا تعلق انفرادی شخصیت سے ہے۔

۷۔ اسلوب کا تعلق موضوع سے بھی ہے۔

کسی بھی فن کار کے لیے لسانی اعتبار کے مخصوص انداز کے متعین راستوں میں ایک سے زیادہ راستے بھی ہو سکتے ہیں۔ اسے کسی خاص انداز کا پابند نہیں بنایا جاسکتا تاہم یہ حقیقت ہے کہ نثر اور شاعری کے لوازمات اور خصوصیات کے مرکزی رویوں کے سبب اس کا کوئی انداز تحریر بارسلوب نمایاں ہوتا ہے۔ یہی اسلوب بہت اہمیت کا حامل ہے اور صاحب اسلوب اس سے بھی زیادہ اہمیت کا حامل۔ انجمن، دلکش، خوبصورت، شستہ، شائستہ اور رواں تحریر فن تحریر میں مہارت کا نتیجہ ہے لیکن اسلوب اس سے بہت مختلف شے ہے جس کا تعلق منفرد شخصیت اور بے مثال تخلیقی تجربے اور تخیل سے ہوتا ہے۔ ادبی اسلوب کی بنیادی شرط قابل مطالعہ Readable ہوتا ہے۔ قابل مطالعہ سے مراد دلچسپی کا ہونا ہے۔

اپنے موضوع پر قابو پانا اور حواس پر مکمل دسترس حاصل کرنا اسلوب ہے۔ اسلوب کی خاصیت اس کی وہ بنیادی شرط ہے جس کے سبب اسلوب کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اسلوب کی خاصیت لفظوں کی ہنرکاری کی مقتضی ہوتی ہے۔ اور ایسی تشکیل کی بھی جس کا تعلق زبان کے محاوروں سے ہوتا ہے یا عفتوں اور سے یادگیر زبانوں سے لیے گئے محاوروں یا متروکات اور نئے پروردہ لفظوں سے۔ قواعد کی غلطیاں، بیرونی محاورے اور متروکات اور نئے الفاظ اسلوب کی خاصیت پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ اسلوب میں الفاظ کی ترتیب، انتخاب اور تناسب خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔ اس بارے میں نثار احمد فاورتی لکھتے ہیں:

”الفاظ کے انتخاب اور دروبست کا یہ کمال حافظہ، سعدی، فردوسی، میر اور انیس کے ہاں دیکھا جاسکتا ہے۔ نثر میں غالب، آزاد (محمد حسین) اور ابوالکلام کی تحریروں کو پیش کیا جاسکتا ہے لیکن یہ اعتراف کر لینا چاہیے کہ اردو کا کوئی نثر نگار اردو کے شاعروں کی طرح الفاظ کے انتخاب کا اعلیٰ معیار پیش نہیں کرتا، اس کا

ایک سبب یہ بھی ہے کہ نثر کی نسبت نظم میں قردائل کے لیے مہلت زیادہ ملتی ہے اور کبھی کبھی عروض کی پابندیاں بھی مناسب الفاظ حاصل کرنے پر مجبور کرتی ہیں جو موقع کی مناسبت کے علاوہ صوتی اعتبار سے بھی ہم آہنگ ہوں۔“

اچھا سائل یا اسلوب محنت اور کاوش کے بغیر نہیں بن سکتا۔ صاحب اسلوب کو ایسے الفاظ کا انتخاب کرنا چاہیے جو اس کے خیالات کو پُرانہ اور متشرب کر سکیں اور الفاظ کا صحیح استعمال مناسب خیال کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ فن کار اپنے قاری سے خوش اخلاقی سے پیش آتا ہے۔ اگر معمولی اور سیدھی سادی بات بیان کرنی ہو اس کے لیے لائق الفاظ اور سچے و نزاکت کا استعمال مناسب نہیں۔ نثر میں سادگی پیدا نہیں ہوتی۔ اردو نثر میں غالب کے بعض خطوط، حالی کی نثر کے بعض حصے، سرسید کے مضامین اور دیکھا (جو فنی مسائل سے متعلق نہیں) سادگی کی عمدہ مثالیں ہیں۔ لوگس نے سادگی کو Clarity اور سیدھا سادہی عابد نے قنطیر کے مفہوم میں استعمال کیا ہے۔ بابائے اردو مولوی مہاراجن زبان کے آسان ہونے کو کافی نہیں سمجھتے بلکہ اس میں جان، مٹا اور لطف کے قائل ہیں جو ایک کے بس کی بات نہیں۔ وہ لفظ کو ایسی بے جان چیز تصور نہیں کرتے جسے جہاں چاہا لکھا جائے۔ گھوٹا بلکہ ان کی رائے میں اس کے گون کو پرکھنے والے مشاق ادیب ہی ہو سکتے ہیں۔ کسی اعلیٰ درجے کے شاعر کا کلام انھما کے دیکھنے پر لفظ سے معلوم ہوگا کہ ایک گمینہ ہے جو اپنی جگہ چڑا ہوا ہے۔

اعتبار کے اس پہلو کے حوالے سے طارق سعید اپنی کتاب اسلوب اور اسلوبیات میں لکھتے ہیں:

- ۱۔ اسلوب کو جزی ہوئی چیز کی شکل میں دیکھا گیا۔
- ۲۔ نثر کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا۔ نثر خالق فن کے لیے اسلوب سے اہم ہے مگر اسلوب

بنایا، بنایا ہے مگر سادہ اور اس میں کسی قسم کی جھنجھکی نہ ہو۔ اسلوب میں سادگی (موصوفت اور معانی) ایسا آدمی یعنی معنی کے اندازم کے پہلو بہ پہلو الفاظ اور مادوں کے درمیں مطلب بھی واضح ہو گا۔ اس شخص میں سچا سادہ بولی جا رہے گئے ہیں۔

”۔۔۔ بیکر کی سادگی اور شعر کی سادگی جدا نوعیت کی ہوتی ہے اور نتیجہ و استفادہ کے استعمال میں نثر کا راسخ مطلب کی قریح بھی کر لیتا ہے اور اسے ایک خاص قسم کی تینوں خصوصیات بھی ملتا کرتا ہے۔“

”اب رہا الفاظ کے انتخاب کا معاملہ۔ کہ یہ کسی خاص جگہ کے اصول کا پابند ہے کہ نہیں، حقیقت یہ ہے کہ اس کے لیے کوئی اصول کوئی طریقہ کوئی منہاجہ پیش نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ اگر لکھنے والے کا خیال ”چٹکی“ کی منزل تک آ گیا ہے تو وہ جزو الفاظ پر بہرہ کر بھی مگر اثر چھوڑ سکتا ہے۔ لیکن اگر ذہن نہ پختہ تھا یا خیال خوری نہیں تو وہ وہم تھا اس کی حفاظت میں شذیت کی تا چٹکی باقی رہے گی تو وہ دوبارہ بار بار اس طرح سے تکرار کرنے پر بھی تائید کی گزری سے محروم رہتا ہے۔“

الفاظ انسان کی شخصیت، رجحان اور ذہن و مزاج کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ لکھنے والے نے جن الفاظوں میں اپنا مفہوم ادا کیا ہے ان کے تجزیاتی مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی افادہ دہنی کیا ہے؟ اور وہ کس مزاج کا آدمی ہے۔ اس کے بعد ہی بوفان (Buffan) کی اس بات کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ اسلوب خوب انسانان ہے۔

قرآن کریم نے اپنے احکام کی تبلیغ کے لیے طرح طرح کے حیرانے اختیار کیے ہیں۔ کہیں قحطیل ہے، کہیں تشبیہ، کہیں حکایات، کہیں تفصیل و تشریح، کہیں تکرار و تہکید اور کہیں ایجاز و اختصار۔ ان سب کا مقصد یہی ہے کہ اصل مدعا واضح ہو جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ

اس تا کر اس قدر خصوصیت بلافاصلہ ہے جو اسے سادہ، رائج الوقت بناتا ہے۔
سو۔ طرزِ تحریر سے طے کرنا کہ اس کی تعارف ہوتا ہے۔ اسلوب کی آہستگی سے تعلق منظر و ہر پہلو کی ہے۔ بڑھن کی خصوصیت کو بلند و اعلیٰ کر دیتی ہے۔

اسلوب کے حوالے سے چند عمومی مسائل الفاظ کے استعمال سے ادا ہوتے ہیں واضح رہے کہ الفاظ کے انتخاب کا معاملہ نثر میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ انتخاب موضوع کی مناسبت اور تحریر کے، اعلیٰ مقاموں کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ اس حوالے سے الفاظ کو مانوس یا نامانوس الفاظ کے قانون میں تقسیم کرنا مناسب نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ کسی زبان میں کوئی دو لفظ مترادف نہیں ہوتے یعنی ان میں کچھ نہ کچھ فرق تو ضرور ہوتا ہے۔ انیس، محبت، عشق، دیوان، اہلب، عشقگی یہ سب ایک ہی جذبہ کے مختلف مدارج کو ظاہر کرتے ہیں اور ان میں بہت بزرگ فرق ہے جسے وہ ان ہی معنوں میں کر سکتا ہے الفاظ کے ذریعے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ مثلی نے انیس کی مرثیہ نگاری سے بحث کرتے ہوئے اس کی بہت سی مثالیں پیش کی ہیں مثلاً اوس اور دشمن ایک ہی چیز کے دو نام ہیں لیکن دونوں میں جو لطیف و جہانی فرق ہے وہ محلی استعمال پر ہی ملتا ہے۔ اسلوب نگاروں کا لکھنا اور پڑھنا دونوں کے اختلاف سے بچتا ہوتا ہے۔ اسلوب سے مراد لکھنے والے کی وہ طرز نگارش ہے جس کی بنا پر وہ دوسرے لکھنے والوں سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ یہ دعویٰ کہ کسی شاعر نے اسی زبان میں ایک لفظ کی جگہ دوسرا نام معنی لیکن زیادہ تر لفظ استعمال کیا ہے غلط ہے۔ لغت یہ تو کرتی ہے کہ ایک لفظ کے کئی سلامی معانی متعین کر دے لیکن یہ نہیں کرتی کہ ایک ہی معنی کے لیے دو لفظ فراہم کرے۔ الفاظ معنی میں قریب تر تو ہو سکتے ہیں لیکن ان میں کوئی واسطہ مختلف ضرور ہوتی ہے۔ معمولی اور سیدھی سادہ بات کے لیے دقیق الفاظ اور پیچیدہ تراکیب کا استعمال ممکن نہیں۔ بات میں اختصار کا خیال رکھنا اسلوب کی اہم ذہنی ہے۔ مگر کا وہ پہلو جو ادب کی

ہے۔ لہذا اس سے نہیں شر، نہ کر کی بھری مثال، نہ سہا س سے بھی نہ کر کی نہ ہو چکی
میں چلی کر۔

فرض اسلوب میں الفاظ کے انتخاب کا سوال غیروہی اہمیت کا حامل ہے۔
فصاحت و بلاغت، سلاست و قشقتی اور تاثیر و کشش ایسے الفاظ سے ہی پیدا کی جاسکتی ہے۔
الفاظ کے انتخاب کے بعد دوسرے درجے پر آجے کی اہمیت ہے۔ اسلوب
فن کار کی ذاتی واردات اور تجربے کے سانچے میں ڈھالنے کا نام اور نظم ذات کو نظم جہاں
بٹانے کا سلیقہ ہے۔ یہ ادبی تخلیق کا نقطہ شروع ہے جس کے بغیر کلاسیکی عظمت حاصل نہیں ہو
سکتی۔ کائنات کے کھرے ہوئے اور غیر منظم واردات و تجربات میں تنظیم اور تناسب پیدا
کرنا اسلوب کی اہم خوبی ہے۔ جس فن کار کی شخصیت متحرک ہو گئی وہ یقیناً ان مصنفین
سے بہتر کہنے کا جن میں یہ وصف موجود نہیں۔ بعض نقاد اسلوب کو معانی سے نظریاتی طور پر
جدا کر کے اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلوب رست، دیگر شکل یا صورت، فن میں ایک
جداگانہ حیثیت رکھتا ہے۔ اسلوب کی ہمابالی صفات میں ترغم اور نفاذ ایسی صفات ہیں کہ اگر
اردو اور فارسی سے ناواقف نہ ہو تو اسے اس بات کا شعور ضرور ہوگا
کہ وہ شعر سن رہا ہے خواہ معنی اس کی سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں۔ اس سے یہ مطلب ہرگز نہیں
لینا چاہیے کہ اچھے شعری اسلوب میں معانی کی کوئی اہمیت نہیں بلکہ نہ صرف شعر کا با معنی ہونا
لازم ہے بلکہ معانی کا بھی عالی ہونا لازم ہے۔ متیقن اللہ لکھتے ہیں:

”اصحیحی فہم نے تاثرات کی منطق کے تحت جذباتی اسلوبیات کی اصطلاح
وضع کی ہے کہ مہمل قرأت کے دوران جس قسم کی جذباتی صورتیں رونما ہوتی
ہیں وہ اپنی اصل میں نفسیاتی نوع کے ساتھ مخصوص ہیں۔ کوئی بھی متن خود مشکلی
نہیں ہوتا اور نہ ہی ہر وہ معنی جو مہمل قرأت کے دوران وقوع پذیر ہوا ہے فی

ادبی فن میں وہ ہے۔ فن کے ذریعہ ہی ادبی آفرینش کے شعور اور تخلیق
کرنے والے اور جذباتی سانچے پر فن کار کی ایک آگاہی کا قیاس کیا جاسکتا ہے۔
نقائش کا معانی اور فن کے ذریعہ ایک آگاہی کا قیاس کیا جاسکتا ہے۔
اور ادبی کی روایات سے ہر دور و زمانہ ہے۔

اسلوب میں تطبیق و تضاد کا قیاس کیا جاسکتا ہے۔ نظم اور نثر کے شعور و ادبوں
کے لیے ایسے الفاظ کا استعمال تو چاہئے، پیچیدہ ہوں لیکن وضاحت مطلب کے حواس
سادگی سے کم نہ ہوں، تطبیق کہلاتا ہے کیونکہ ضروری نہیں کہ شاعر کلاسیکی زبان میں
بات کرے جو سادہ و رواں اور سلیس ہو۔ مشکل الفاظ اگر مطلب واضح کرتے ہیں تو یہی
تطبیق ہے اقبال نے انگریزی میں تشکیل جدید، الہیات، اعلامیہ کے حواسات جو خطبات
دیئے تھے وہ نہایت مشکل زبان میں ہیں لیکن ان میں تطبیق کا عنصر موجود ہے۔ صرف
قاری کا صاحب علم ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح ہر شعر اپنے مطلب اور مفہوم کے مطابق
الفاظ کا تقاضا کرتا ہے جو مضمون کے اندر اسی طرح موجود ہوتے ہیں، ایسے فقر میں ہوتے۔
شاعر اپنے ذوقی تسلیم اور مہارت سے کام لے کر فقر کے نقاب کو دور کرنے کے لیے مسلسل
مشق اور ریاضت سے کام لیتا ہے جس کے آثار اس کے شعر میں نظر آتے ہیں اور وہی اس کا
اسلوب کہلاتے ہیں۔

اسلوب کی سادگی، معقولیت اور خالصیت سے ایجاز نگاری کا پہلو سامنے آتا
ہے۔ ایک صلاب اسلوب زندہ اور منفرد لفظوں کا استعمال کرتا ہے اور ان لفظوں میں ایک
رہب اور تنظیم پیدا کرتا ہے۔ اگر وہ ایجاز نگار نہیں تو اس کے اظہار کا ذہیلا پن اس کے اسلوب
کا عیب بن سکتا ہے۔ اس کا یہ مطلب بھی ہرگز نہیں کہ ہر طرح کے موضوعات کے لیے ایجاز
کی مساوی سطح برقرار رکھی جاسکتی ہے۔ بعض قریب زبانی و وسعت کا مطالبہ کرتی ہیں ایسی

ہتی ہے۔ اسے اسلوب کے لیے Wit بہت مفید ہے۔ اسے اسلوب کے لیے یہ اثر نہیں ہے کہ تحریر کا مضمون بکا چھوٹا، طاقت اور عام پسند ہو۔ ظنک اور تا پسند ہونا بھی اچھے اسلوب میں بھی ہا سکتی ہیں۔ ^{ظنک} ظنک بھر و مزاح اور خوشی میں ایک بہت لطیف اور غیر مسوس جذبہ اصل بھی ہے جو ان خصوصیات کو انداز اور محکومین سے یکدم کرتی ہے مگر لکھنے والے کے ذہن میں ابتداء اور خرافات کی کوئی ذاتی تعریف و تامل نہیں ہے تو وہ اپنی تحریر کو ان مقام سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔

اسلوب کی ایک اہم خوبی زور بیان ہے۔ اس بات کی دلیل ہے کہ فن کار کس حد تک جذبے کے شدید عوامل اور قوت کی محرکات سے متاثر ہوا ہے۔ شعری اسلوب میں زور بیان Force or vigour of style کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ شاعری میں جذبات کی شدت کو تاں کم رکھا بڑے فن کار کا کام ہے۔ زور بیان کی بدولت جذبے کی شدت کی آماجگاہ کو کندن بنا دیتی ہے یہ بالکل ایسے ہی ہے کہ شاعر جو ش بیان میں آگ کے استعارے کو اپنائے اور ہر لفظ کو کر دے۔

گداز Pathos سے مراد انسانی زندگی یا تجربات کی وہ صفت ہے جو لطیف ترین جذبات پیدا کرے یا خارجی حالات میں کوئی ایسا تغیر پیدا کرے جس سے یہ ذہنی کیفیت پیدا ہو۔ گداز انسان کی لطیف ترین کیفیت کا نام ہے۔ یہ تاثر غلط ہے کہ جب تک دکھ کا بیان نہ ہوگا گداز کی صفت پیدا نہیں ہوگی۔ انسانی جذبات میں ایسے مقام بھی آتے ہیں کہ دکھ سے رشتہ جوڑنے کے باوجود انسان لطافت خیال سے نہیں کوتاہی دیکھ درد بھی لطیف جذبات کا حصہ ہے۔ لطیف ترین جذبات کا اظہار بہت بلند مقام ہے جو معمولی ذہن کے مالک کو نصیب نہیں ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ زندگی میں بہت سے ایسے مقامات آتے ہیں جب انسان دکھ درد سے بھی اپنا رشتہ جوڑتا ہے اور لطافت خیال سے بھی نہیں کوتاہی گداز

سمورت میں انہیں نظر انداز کر دیا سب نہیں۔ انحصار اسلوب کی جان کہا جاتا ہے۔ ایک اچھے مصنف کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی تحریر میں ایسا چیزیں شامل نہ کرے جن کے بغیر بھی گزارا ہو سکتا ہے اور یہاں بھی کوہق ضائع ہونے سے بچائے۔

انحصار سے فتن پارے کے حسن اور صفت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ادب میں سے غیر ضروری چیزیں اکراف اور معی کر افوں میں سے غیر ضروری الفاظ خارج کرنا بہت ضروری ہے چونکہ کسی بھی کتاب یا مضمون کا انحصار ذہنی ریاضت اور محنت کا طالب ہوتا ہے اس لیے مصنف فتن پارے کی اصلی شکل کو جو غیر ضروری طور پر طویل ہوتی ہے باقی رکھتا ہے۔ ایسی بہت سی مثالیں ہیں جہاں طوالت نے کتاب کی صفت، نزہت، خوبی اور لطیفیت میں کمی پیدا کی ہے۔ یہ کج خلقی کی دلیل ہے کہ فن کار قاری کا وقت ضائع کرے حالانکہ وہ اپنی بات کو اس طرح کر سکتا ہو کہ انحصار طوالت ہے۔ انحصار کو اسلوب کی ایک اہم صفت قرار دیا جا سکتا ہے۔ سرمد کے مضامین اور ٹیلی کی تحریروں میں کئی مقامات پر انحصار کی کمی نظر آتی ہے۔ انحصار میں اعتدال کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے اس کے ساتھ ساتھ خیال کی چٹکی کے ساتھ الفاظ کی چٹکی بھی ضروری ہے۔ اپنا مفہوم بھی اور کر لیتے ہیں لیکن عام لکھنے والوں کا اسلوب نہیں ہوتا کیونکہ ان کا خیال بھی تا پختہ ہوتا ہے اور قوت اظہار بھی عام ہوتی ہے۔ چٹکی اسلوب میں سنجیدگی پیدا کرتی ہے یہ بات پیش نظر رہے کہ یہ طرز و مزاج، ^{ظنک} ظنک یا خوشی کی ضد نہیں۔

بذل نجی Wit (ظرافت) اسلوب کی اہم خصوصیت ہے جہاں بظاہر شرافت موجود نہ ہو وہاں خلاف اور متضاد چیزوں میں جو شہر (مشابہت) پیدا کرنا اور جہاں ایک رنگ مشابہت ہو وہاں ذوق اور بذل نجی سے کام لیتے ہوئے عدم مشابہت کے عنصر دریافت کرنا بذل نجی ہے۔ انسانی کمزوریاں، معاشرتی بدائیاں، برائیاں اور منافقت اکثر طنز کا ہدف

جامع تعریف ممکن نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ "اسلوب" کا ایک استعمال تو آج ہر باہر ہے کل یہ استعمال متروک قرار دے دیا جاتا ہے۔۔۔ یعنی عمل تنقید کسی ایسے قطعی تین سے متعلق نہیں ہے جس کے تحت یہ باور کیا جاسکتا ہو کیونکہ بعض معنفین یا کچھ کتابیں ایسی ہوتی ہیں کہ جن کا کوئی ایک اسلوب ہوتا ہو (یعنی یہ Stylish ہوں) اور بعض لکھنے والے یا بعض کتابیں ایسی ہوتی ہیں کہ جن کا کوئی اسلوب ہی نہ ہوتا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلوب اپنے مفہوم یا معنی کے اعتبار سے ایک متنازع فیہ مسئلہ ہے یا یہ کہ اس کی موزونیت اپنی نوعیت میں نزاعی ہے لہذا ہمیں یہ فرض کر لینا چاہیے کہ تمام تحریری متون (Texts) کسی نہ کسی اسلوب کے مظہر ہوتے ہیں کیونکہ اسلوب تو ایک ایسی چیز ہے کہ جو پوری زبان پر محیط ایک معیاری حدود خال کی حیثیت رکھتا ہے۔۔۔ اور یہ کہ اسلوب نہ تو ادب سے مخصوص کوئی قاعدا نہ (De Luxe) خصوصیت ادب ہے اور نہ ہی اسلوب کو کسی قدر ادب کی کوئی صورت قرار دیا جاسکتا ہے۔

گویا معلوم ہوا کہ اسلوب اظہار کا ایک انداز ہے جسے لسانی حدود میں بیان کیا جاسکتا ہے۔۔۔ یعنی ایسی لسانی حدود جن کو غیر لسانی عوامل کے اعتبار سے بیش قیمت اور حق بجانب قرار دیا جاتا ہو سکتا ہے اظہار کے انداز کا یہ تصور گویا ایک متنازع سی صورت حال ہے مگر اسلوب کی تعریف کے دوسرے دو اجزا متنازع نہیں ہیں کیونکہ یہ بیان کے کئی پہلوؤں میں سے ایک پہلو ہے جس کے لفظی اوصاف کے مقابلے میں۔۔۔ ذاتی یا ثقافتی اعتبار سے اپنی ایک متعین اہمیت ہے تنقید سے متعلق بعض مورخین ادب پر فکری دسترس کی صورت حال کو جس نام سے موسوم کرتے ہیں اس فکری صورت حال کے تحت زبان کے مختلف پہلوؤں پر عمیق نظری سے کام لیتے ہوئے اس کے اندر موجود امجری (Imagery) آواز کی ساخت (Structure Sound) اور نحویات (Syntax) وغیرہ کی صورتوں کو زیر بحث

دیا جاتا ہے اور اس طرح اپنی زبان میں اسلوبیات (Stylistics) کے مذکورہ پہلوؤں کا تجزیہ کرتے ہوئے کسی بھی تحریری متون (Written Texts) کے اسلوب کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔۔۔ مگر تنقید سے متعلق مورخین ادب کی یہ دسترس فکری بڑی حد تک گمراہ کن فکری صورت حال ہے اور یہ گمراہ کن اس لیے ہے کہ اسلوبیات کا شعبہ تنقیدیات اور انتقادیات کے شعبے کا ایک ایسا تقسیم پذیر حصہ ہے جسے تاریخی طور پر ہمیشہ سے بالکل جدا شعبہ قرار دیا جاتا رہا ہے۔ یہ کہ اس شعبے کے اپنے بالکل ہی الگ اصول اور منہاجات ہوا کرتے ہیں۔ عصر حاضری جدید ترین تنقید کا فکری طالع (Verbally Oriented) لفظیاتی تنقید پر مبنی ایک ایسا رجحان تنقید رکھتا ہے جس میں اصولوں کا فقدان ہوتا ہے اور یہ کہ جس رجحان فکری مثالیں ہیں اور باخ، کراہ اور اسپاٹزر (Auerbach Croll Spitzer) کے تنقیدی عمل میں طریقہاتی اور فکری جانبداری کی صورتوں میں نظر آتی ہے۔۔۔ لہذا جب صورت حال یہ ہو تو ایسی صورت میں اس رجحان فکری کو اسلوبیات کا نام دینا گویا تنقیدی عمل کو منہ چڑھانے کے مترادف کسی عمل سے تعبیر کرنا ہے۔ اسلوبیات لسانیات کی ایک ایسی شاخ ہے جس میں بھراؤ یا پھیلاؤ کی بڑی گنجائش ہے۔ اس میں عمومی تنقیدی عمل کے تقابل میں رکھ کر پرکھا جائے بالکل اسی منہج پر لفظ اسلوب (Style) فی ذلہ نسبتاً تکنیکی تعبیرات کا حامل لفظ ہے یعنی اسلوب کی تعبیرات کی کچھ ایسی صورتیں مثلاً۔۔۔ لب ولہجہ (Tone) یا عمومی طور پر اسے لفظیہ (Rhetoric) بھی کہہ سکتے ہیں۔

کسی لسانی صورت کو قطعی طور پر ان تصورات کے زیرِ دِام لا کر جن کا اظہار ہم چاہتے ہیں گرفت میں نہیں لایا جاسکتا۔ پیغامات کو الفاظ میں ڈھالنے کی متبادل صورتیں ہو سکتی ہیں اور ان متبادل صورتوں کے انتخاب کیے جانے کا عمل غیر لسانی اصولوں کے تحت انجام پاتا ہے۔۔۔ مثلاً ذرا ان جملوں پر ہی غور کیجیے۔ یعنی اگر میں یہ جملہ کہوں کہ "Shut"

"the Door!" دروازہ بند کر دو۔ تو اس میں حکم کا لہجہ اور تاثر پائیا جاتا ہے اور پھر اس بات اس جملے میں کہوں کہ:

I wonder if you would mind closing the door please.

دیکھیے مگر آپ کہیں برائے مان جائیے گا۔۔۔ ازراہ کرم ذرا دروازہ بند کر دیجیے گا۔۔۔ تو اس جملے میں درخواست اور التجا کا لہجہ اور تاثر ملتا ہے گویا دونوں جملوں میں "فشائے بیان" تو ایک ہی ہے تاہم دونوں جملوں میں لہجہ و تیور ایک دوسرے سے بہت مختلف ہے اور "حکم و التجا" (Order / Request) کے تعین کا انحصار جملوں میں استعمال کیے جانے والے الفاظ سے کہیں زیادہ ان جملوں کے "طرز ادا" (Style) کا مہیون منت ہے۔ یعنی کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ابلاغ و اظہار کے وقوع کی تفکیلی نوعیت (Structuring) کہ جو کسی جملے کی بجائے خود ایک جز و لازم ہی ہوا کرتی ہے۔ اس ابلاغی تفکیلی وقوع کی پوری ساخت کا ماجر کسی شخص کی ذاتی صورت حال سے وابستہ حقائق یعنی اس کی ادائیگی اظہار یا طرز ادا کے مطلب کے اس کے اپنے خاص زاویہ پر مبنی ایک صورت ہوتی ہے۔ گویا اسلوبیات "اظہار و ابلاغ" (Experssion / Communication) کا ایک ایسا باضابطہ منظم ڈسپلن (Dicipline) ہے جو یہ فریضہ انجام دیتا ہے کہ جس کے تحت "اسلوب" (Style) کا مہتمم بالشان شہزادہ بحیثیت ایک سوار کے رہو متن (Textualy Ridden) کو بطور ایک سواری (Vehicle) کے (اس متن) کو استعمال کرتا ہے اور یوں گویا یہ یعنی اسلوب، متن سے علاوہ یا متن سے فاضل (Extra-Textual) ایک چیز تو ہوتا ہے مگر یہ اپنے اثرات متن پر کچھ اس طرح چھوڑتا ہے کہ خود متن (Text) بھی مہتمم بالشان ہی کسی شے کے قالب میں ڈھل جاتا ہے اور یوں یہ متن خود بھی تو قیر و تعظیم کی حامل ایک چیز بن جاتا ہے۔ چنانچہ اس طرح اسلوبیاتی نظام انسانی تزیین و تنظیم کی صورتوں کو تفکیلی

دے دیتا ہے۔۔۔ یعنی کچھ ایسی انسانی صورتوں کی تزیین و تکمیل جو بجائے خود باضابطگی کے حامل بوصاف سے حیرین اور زیادہ اہم نوعیت کی ہوتی ہیں۔۔۔ ان میں فاضل نظمیاتی عوامل کے مخصوص امراض یا علامتی سیلون کا ظہور عمل میں آتا ہے۔ اسلوب کی یہ متعین صورت ایک ایسے سیاق (Context) میں رہ کر کام کرتی ہے کہ جس کی ایک جہت کو ادب کی "طرف خارجی" (Outside Literature) کے نام سے بھی موسوم کیا جاسکتا ہے تو اس کی دوسری جہت کو "طرف داخلی" (Inside Literature) کے نام سے بھی موسوم کیا جاسکتا ہے ادب کے ان ہر دو قطبین (Poles) کو ہم بہ الفاظ دیگر ادب کی ظاہری ساخت (Surface Structure) اور بطنی ساخت (Structure Deep) کے نام سے بھی موسوم کر سکتے ہیں۔ یہ سوال پوچھا جاسکتا ہے کہ آخر ادب کی طرف خارجی اور طرف داخلی سے مراد کیا ہے تو آئیے ہم ادب کی ان ہر دو جہتوں کو رد لاں بارتھ کے مضمون تاریخی ادب میں دیے گئے ذیل کے اقتباس سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں:

"رے سائن (Racine) خود کو کئی زبانوں کا مہیون منت سمجھتا ہے ان میں تحلیل نفسی و جودی المیہ اور نفسیاتی زبانیں شامل ہیں (ان زبانوں کے علاوہ بعض زبانیں ایجاد کی جاسکتی ہیں اور بعض تو ابھی ایجاد کی جائیں گی) ان زبانوں میں سے کوئی زبان بھی ایسی نہیں کہ جسے بے داغ (Innocent) کہا جاسکے۔ مگر رے سائن سے متعلق کسی زبان میں ایسی کوئی بھر پور صلاحیت کار موجود نہیں کہ وہ اس کے بارے میں پوری سچائی کے ساتھ کچھ بتا سکے۔ چنانچہ زبان کی اس بے بضاعتی اظہار کو اگر تسلیم کیا جانا مقصود ہے تو پھر بالآخر ٹھیک ٹھیک طور پر سب سے پہلے ادب کی کسی مخصوص حیثیت یا اس کے مرتبہ کا تعین کیا جانا از بس ضروری ہے مگر ادب کی کسی ایسی حیثیت کے تعین کا یہ ماجر اپنے پس

تاریخ کی یہ صورت حال کہ یہ، یعنی ادب کی تاریخ کی ادب سے وہ تاریخی جو بحیثیت ایک تاریخ کے اس کے ساتھ ہو (Literature as an Institution) اور ادب کی ادارے کے اس کی تخلیقی نوعیت (Literature as a creation) کا اجراء دے کر ہے دوسری جہت اس کی دو صورتیں ہوں تنقیدی ہیں۔

ادب کی ہر دو صورتیں ہوں تنقیدی ہیں۔ جہاں تک اڈل انڈر کر جہت (ادب بحیثیت ادارے کے) کا تعلق ہے۔ اس حلقے میں باتھ استدلال کرتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ ادبی تاریخ کو اگر نہایت موزوں اور ٹھیک طور پر عقل کے زیر دام لا کر اسے پایہ تکمیل تک پہنچانا مقصود ہو تو پھر بجائے خود ادبی تاریخ کو کچھ ایسے ادبی وظائف کا تعلق پیداوار، ابلاغ، ترسیل، عمل تصریف کے علاوہ اس کے تمام وظائف کے حالات یا شرائط کار کے متعین کیے جانے سے ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر اس کے کہنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ ”ادبی تاریخ“ کی تکمیل و ترتیب اس وقت تک ممکن ہی نہیں ہے جب تک کہ یہ خود اس کو پورے معاشرے سے وابستہ و پیوستہ نہ بنائے رکھے جس معاشرے میں کہ خود یہ ادب پیدا ہوتا یا پروان چڑھ رہا ہوتا ہے۔ گویا رواں بار تھ کے نزدیک ادب معاشرتی یا ادارتی سرگرمیوں کی پیداوار ہوتا ہے۔ انفرادی صلاحیتوں کا حاصل نہیں ہوتا اس کا کہنا ہے کہ ادب کو تاریخی، ادبی اور وظائفی سطح پر لا کر اگر دیکھا جائے تو گویا ادب کا وجود بنیادی طور پر ایک وجود مقلوب (Radically Transformed) ہی ٹھہرتا ہے۔ باتھ کہتا ہے کہ جب ادب ایک وجود مقلوب کی صورت حال قرار پاتا ہے تو ایسی صورت میں یہ، یعنی ادب اپنے معروض یا مقصد کو تحلیل کر دیتا ہے۔ چنانچہ اس نقطہ نظر سے اگر دیکھا جائے تو ادب کا مطالعہ۔۔۔ قوانین و ضوابط، رسوم و ریاات اور اجتماعی ذہنیات کا مطالعہ قرار پاتا ہے۔۔۔ کسی فرد کی انفرادی تخلیقی مساعی کا نتیجہ نہیں ہوتا۔

چنانچہ معلوم ہوا کہ ادب کی ان ہر دو جہتوں کا تعلق جن دو صورتوں سے ہوتا ہے

ہیئت ایک نہ ایک مفاد کو شامل رکھتا ہے۔۔۔ یعنی وہ ایک چیز ہے ادب کہتے ہیں اپنی مجموعی حیثیت میں قوانین و ضوابط و مضامین کی صورتوں کے علاوہ ان ادب پاروں پر مشتمل کوئی چیز ایک صورت حال ہے، جس کا اصل وظیفہ یہ ہے کہ دو ہمارے معاشرے کی عمومی طور پر اجتماعی تنظیم و ترتیب کا بنیادی کام انجام دیتا ہے۔۔۔ گویا کسی معاشرے کو ٹھیک طور پر اس کی موضوعی صورت حال سے نکال کر اس کو ایک ادارے کے پیکر (Institutionalised) ہو تو ثقافت کو چاہیے کہ وہ سب سے پہلے بجائے خویش ”تقاضا کر کے عمل سے گزرتے ہوئے گویا خود کو مقدر کی بازی جیتنے یا ہار جانے کے خطرناک کھیل سے وابستہ رکھتے ہوئے رے سائن کے بارے میں پوری چال کیے کہ ساتھ کچھ کہنے کے لیے صرف اور صرف ایک ہی راہ پر چلتے رہنے کا عزم ہم اندھے اور نہ یہ نہ کرے کہ کبھی یہ راہ تو کبھی وہ راہ اختیار کر کے خود تذبذب گہری کا شکار رہے۔۔۔ اور وہ (ثقافت) ایسا صرف اس لیے کرے بالآخر وہ بھی تو ادب کی دنیا سے ہی وابستہ ایک فرد ہوتا ہے۔۔۔“

رواں بار تھ نے اپنے مضمون ”تاریخ یا ادب“ میں رے سائن (Racine) کے حوالے سے مذکور بالا اقتباس میں ادب کی دو مختلف جہتوں کے درمیان واضح اور مخصوص امتیاز قائم کرنے کے لیے اساس فراہم کرنے کی سعی کی ہے۔ ادب کے اس پورے محیط میں ادب کی ان ہر دو جہتوں کے درمیان ایک واضح بنیاد قائم کیے جانے کی ضرورت اس کو اس لیے پیش آتی کہ ادب کا یہ پورا محیط ایک طویل عرصے سے جس الجھا ہوا تذبذب گہری کا شکار چلا آ رہا ہے اس کو اس الجھن سے نجات دلانی چاہئے۔۔۔ اور وہ الجھاؤ یہ ہے کہ ادب کی

ہائی طرف اسلوب کو ہم جن اسالیب نگارش کے تحت لائے جاتے ہیں ان کو ہم Beroque کہتے ہیں۔
 بے ساختہ یا آہستہ اسلوب Mannered کہتے ہیں یا لیٹ اسلوب Grand اسلوب اسلوب
 اسلوب Middle اوسط اسلوب Low، پست اسلوب Tense مختصر و جامع اسلوب
 Expensive، وسعت پذیر اسلوب Florid، آراستہ و مزین اسلوب Periodic،
 مہذبہ اسلوب کے مختلف ناموں سے موسوم کر سکتے ہیں۔

سطور بالا میں اسلوب کے جو مختلف لہجے زیر بحث آئے ہیں وہ اس جانب اشارہ
 کرتے ہیں کہ ادبی مطالعہ کے دوران اسلوبیات (Stylistics) ایک درجہ بند حیثیت کی
 حامل چیز ہے جس کے تحت مختلف تقسیمی معیارات (Taxonomic Criteria) کی بنیاد
 پر متن کی مختلف درجہ بندیاں کی جاتی ہیں۔۔۔ اور یہ درجہ بندیاں عموماً لسانی رموز کی، فاضل
 لسانی راہ پر یا پھر دیگر صورت احوال کے تحت معروض وجود میں آتی ہیں۔

اسلوب کا انحصار، نمایاں پیش منظر کے بعض مخصوص خدو خال پر ہوتا ہے۔۔۔ یا

اسے ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اسلوب ظاہرہ لسانی ساخت کے نمایاں پیش منظر
 (Fore-Grounding) کے تحت تشکیل پذیر ہوتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ کسی اسلوب کی
 اپنی ایک مخصوص بندش الفاظ (Diction) ایسی ہو جو پورے متن میں بہت نمایاں ہو۔ اس
 اسلوب کی اپنی ایک متواتر اور مستقل رد و احوال موزونیت تحریر ہو۔۔۔ یا پھر اس میں اس کی اپنی
 نحویاتی ترتیب و تنظیم (Syntactic Organization) کے اندر کوئی تکراری صورت
 حال نفوذ پذیر ہو سکتی ہے۔ اسلوب کی یہ یہی نوعی (Density) زبان کے ایک جزو کے
 اعتبار سے ہو سکتا ہے کہ ہماری شعوری توجہ اپنی طرف نہ کھینچ سکے۔ مگر اتنا ضرور ہے کہ یہ
 صورت حال ہمارے اندر اپنا ایک مخصوص اسلوبیاتی تاثر تو ہر حال چھوڑ سکتی ہے اور ہمیں
 ہر کیف یہ محسوس تو ہو سکتا ہے کہ فلاں فلاں متن کی مخصوص مصنف یا کسی مخصوص معاشرتی

ان میں سے ایک صورت تو ادب کا وہ مقام ہے جسے ہم ادب کی "طرف داخلی" بھی کہہ سکتے
 ہیں اور ادب کی یہ طرف داخلی اپنے محیط میں رہتے ہوئے حسب دستور و رسوم وہ لایات کے
 مطابق اپنی کار آوری انہماک رہتا ہے کہ جن روایات کے تحت موضوعیت کی مختلف صورتوں
 کی تشکیل کا پہلو لگتا ہے۔۔۔ اور اس کی (ادب) دوسری صورت وہ ہے جس کے تحت
 ادب "ادب کی" "طرف خارجی" کی حیثیت اختیار کر جاتا ہے تاکہ یہ (یعنی ادب) اپنی
 تاریخ کا کچھ اس طرح سے لکھ سکے کہ جیسے یہ خود ادب کے وظائف، قوانین و مضامین، تکنیکی
 صورتوں کے علاوہ اداروں کی کوئی تاریخ ہو۔۔۔ مختصر ایہ کہ یہ تاریخ ادب کو یا خود اپنی ہی
 سطحی یا واضح صورتوں کی کوئی ایسی تاریخ ہو۔۔۔ جس کی اپنی کوئی پوشیدہ گہرائیاں نہ ہوں یا
 ایسا کوئی باطنی داخل نہ ہو کہ جس میں پایا ب جائے ممکن ہی نہ ہو سکے۔

غرض یہ کہ مندرجہ بالا وضاحتوں سے معلوم یہ ہوا کہ کسی سیاق (Context) کے

ہاتھوں کسی اسلوب کا یقین کیا جانا ایک ایسا عمل ہے جو ادب کی طرف خارجی اور طرف داخلی
 کے ہر دو قطبین یا ہر دو جہات کے اندر رہتے ہوئے ہوتا ہے۔ لہذا ادب میں اسلوب کی
 مذکورہ صورت حال کے پیش نظر ہم یہ نتیجہ برآ کر سکتے ہیں کہ اسلوب کی مختلف صورتوں کے
 اوصاف کو اگر دیکھا جائے ممکن ہے تو ان اوصاف کو کسی مخصوص مصنف یا ادیب کی ایک عہد یا
 پھر کسی مخصوص ترغیب و تحریک یعنی کسی ایک صنف ادب کے حوالے میں زیر بحث لایا جاسکتا
 ہے۔ چنانچہ ادبی اسلوب نگار حضرات عموماً جو طریقہ نگارش اختیار کرتے ہیں اس کے تحت یہ
 لوگ جن منظر و مضامین کو پرکھتے ہیں ان کی نوعیت کچھ یہ ہے۔ مصنف کے اسالیب نگارش
 لسانی نشانات انگشت (Linguistic Fingerprints) وغیرہ۔ اس صورت حال کو ہم
 جن مجموعی صورتوں کے تحت طائر کر سکتے ہیں۔ ان میں کچھ تو مخصوص طور پر مصنفین یہ ہیں۔
 سرور، سیکا اور آتیک (Ciceronian Senecan Attic) مذکورہ مصنفین اور ایک کے

ڈاکٹر عبادت بریلوی

تصورات کو کام میں لایا ہے۔ چنانچہ یہ بات زیادہ مناسب اور قابل ترجیح ہے کہ اس اصطلاح کو اسلوب کے لسانی مطالعہ تک محدود رکھا جائے۔۔۔ یعنی اسلوب کا ایک ایسا محدود مطالعہ جس کا تذکرہ ہم ابھی طور بالا میں کر چکے ہیں اور لسانیات کے دیگر ادبی اطلاقات کے ممکن میں بعض دوسری موضوعات اصطلاحات وضع کر لی جائیں۔

ادبی تخلیق میں اسلوب کا مسئلہ

ریڈی گورمان فرانس کا مشہور نقاد ہے۔ اس نے اسلوب کے بارے میں

بعض بڑی ہی دلچسپ باتیں کہی ہیں۔ ان باتوں سے اسلوب پر دوسرے لکھنے والوں نے

بہت استفادہ کیا ہے۔ جان ڈٹن مری کی مشہور کتاب "The Problem of Style"

گورمان ہی کے خیالات کی صدائے بازگشت ہے۔ جہاں تک اسلوب کے جوہری مطالعے

کا تعلق ہے۔ اگر بڑی میں ڈٹن مری کی اس کتاب کو فاضل احمدی صاحب نے لیکن جو

خیالات اس میں پیش کیے گئے ہیں، ان کو سب سے پہلے گورمان ہی نے پیش کیا تھا۔ اس

لیے اسلوب پر بحث کرتے ہوئے اسی فراخ دہی کا خیال ضرور ذراں میں آتا ہے اور اس

کے خیالات اس حد درجہ اچھے ہوئے مسئلے کو سمجھنے اور اس کی حقیقت تک پہنچنے میں بڑی

حد تک معاون ہوتے ہیں۔ گورمان کے خیالات کی حقیقت، اسلوب کے مسئلے پر غور و فکر

کرنے والوں کے لیے مفصل راہ کی ہے۔

اسلوب کو ادب کی بات اور فن کا ایمان کہا جائے تو بے پائشیں۔ اس کے بغیر